© rasailojaraid.com

بدکاریوں کا مکروہ دھندا عروج پر پہنچا رکھا ہے۔ اس طبقۂ ناہنجار نے ایٹمی دھماکے کرنے پر ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے جنازے نکالے، کارگل میں فوجی کارروائی کی مخالفت کی، قانون توہین رسالت کے مرتکب ابلیس زادوں کی رہائی کے لیے غیر ملکی دباؤ استعمال کیا۔ سارقین نبوت قادیانیوں کے منغیچے کا کردار ادا کیا اور پاکستان میں انسانی حقوق کی پامالی کا بین الاقوامی سطح پر پروپیگنڈا کیا۔ لیکن اس طائفہ خبیثہ کو کشمیر، الجزائر اور چیچنیا میں ظلم و استبداد کبھی دکھائی نہ دیا۔ کیونکہ جب منفعت و مفادات کی چربی دل و دماغ پر چڑھ جاتی ہے تو پھر ظلم و وحشت بھی انصاف و مساوات دکھائی دینے لگتا ہے۔

اللہ بھلا کرے افغان مجاہدین کا کہ جنہوں نے امت مسلمہ کو جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔ یہ جہاد ہی کی برکت ہے کہ پوری دنیا میں امریکہ اور دیگر کفریہ طاقتیں اگر کسی قوت سے خوف زدہ ہیں تو وہ عزم جہاد سے سرشار مجاہدین اسلام ہیں۔ ان سرفروش مجاہدوں نے عالم کفر کو یہ احساس دلایا ہے کہ گنابگار سے گنابگار مسلمان میں جب روحِ جہاد جاگ اٹھتی ہے تو وہ کفر کے ہر ظلم و ستم کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔ اگر مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار نہ ہوتا تو عالمی کفریہ طاقتیں اور ان کے پالتو سیاستدان، دانشور اور این جی اوز دنیا بھر کے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیتے اور بے مہار ہاتھی کی طرح اسلام کے نام لیواؤں کو قدموں تلے روند ڈالنے سے بھی گریز نہ کرتے۔

حال ہی میں جنرل مشرف نے جہادی قوتوں کو متحد ہونے کا مشورہ دے کر اس حقیقت کی نقاب کشائی کر دی ہے کہ کشمیر کو بزور شمشیر یعنی جہاد ہی سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن دوسری طرف تعلیمی نصاب سے جہاد کے احکام و مسائل پر مبنی سورۃ توبہ کو حذف کرنے کی اطلاعات بھی گردش کر رہی ہیں۔ امریکہ کی خوشنودی کے لیے کالجوں سے فوجی تربیت کا پروگرام این سی سی یکدم بند کر دیا گیا ہے۔ اور سابق چیچن صدر زیلم خان اور ان کے ہمراہیوں پر پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں نے تشدد کر کے چیچن جانبازوں کی روح پر چرکے لگائے ہیں۔ حیرت ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ پاک فوج کا ماٹو ہے۔ مگر فوج کی اپنی حکومت کے عہد ہی میں اس مقدس اسلامی شعار کی توہین و رسوائی کی جا رہی ہے۔ آخر وہ کون سا گروہ سرگرم کار ہے جو فوج اور عوام میں فاصلے پیدا کر کے خانہ جنگی کے لیے فضاء سازگار بنا رہا ہے۔ جب تک دشمن کے ان ناپاک عزائم کی قلعی نہیں کھولی جائے گی۔ خطرات کے بادل مزید گھہرے ہوتے جائیں گے۔

اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب اور عظیم قافلہ سالار آزادی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے کہ "جہاد ایمان کی روح ہے اور مجاہدین کا ستون، جہاد سے انکار کفر ہے اور کفر ظلمت قلب، دل سیاہ ہو تو انسان انسانیت کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔ دل سیاہ ہو تو انسان خدا کو بھول کر عیش و عشرت میں کھو جاتا ہے۔ دل سیاہ ہو تو تیغ و سناں جو انسان کے زیور ہیں ان کی جگہ طاؤس و رباب لے لیتے ہیں۔ جب قومیں طاؤس و رباب کی رسیا ہو جاتی ہیں تو مٹ جاتی ہیں اور ان کی تباہی دوسروں کے لیے عبرت کا درس بن جاتی ہے۔"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید یونس الحسنی

تو کہاں ہے میرے چمن میں آ

گزشتہ دنوں پی ٹی وی دیکھا۔ کسی قومی مسئلے پر مذاکرہ ہو رہا تھا۔ دراز زلفوں کے حامل جدید مفکرین کا گروہ محو سخن تھا۔ عنوان زیر بحث پر بہ ظاہر اردو میں گفتگو ہو رہی تھی۔ میزبان سمیت تمام شرکاء اپنا مافی الضمیر بیان کر رہے تھے۔ لیکن ہم بارہ چودہ ناظرین دم بخود۔ یااللہ! یہ کون سی زبان ہے جس میں بات ہو رہی ہے۔ شرکائے مذاکرہ کی زبانوں سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دہائی دے رہا تھا کہ یہ لوگ قومی زبان میں بات کرنے کی بجائے اس کے ساتھ بری طرح برسرپیکار ہیں۔ عام آدمی معاملے کو جاننا بھی چاہے تو ناکامی کا منہ دیکھے گا۔ کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ اردو زبان پر انگریزی تیر و نشتر چلا کر اس کے خوش پیرہن کو تار تار کیا جا رہا تھا۔ نمونہ مشتے از خروارے ملاحظہ ہو۔

"ہم اپنے ٹارگٹ کو اچیو کرنے کے لئے تمام اَن نیسیسری رسٹرکشنز کٹ آف کریں گے لیکن فار دس پرپز اپنے ڈیٹرمینیشن اینڈ ایمبیشن کو اوپن کرنا ہو گا اور وائز بون آف کنٹینشن ایز اٹ از رہے گی۔ ہماری ٹرائی ہے انٹر نیشنل لیول پر آل اوور سپریڈ کنفیوژن ایز سون ایز پاسیبل ہش اپ ہو۔ کلووڈی سکائی کمپلیٹلی کلیئر ہو ایسا ایٹما سفیر کری ایٹ ہو جو اور اون کیلکولیٹڈ ہو جس پر ہم پراوڈ ہوں۔ اب وی شڈ تھنک ویٹ باؤ ازٹ پاسیبل"؟

ستم بالائے ستم میزبان کے مطابق یہ نئی نسل کا نمائندہ مفکر تھا۔ اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔ غور کیجئے نمونہ بالا اقتباس کس زبان کا ہے؟ کیا اسے اردو کہا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب تو پی ٹی وی کے بزرجمہر ہی دے سکتے ہیں۔ راقم کی سوچی سمجھی رائے ہے کسی قوم کی زبان اُس کی غیرت کی نمائندہ اور افراد قوم کیلئے وجہ افتخار ہوتی ہے۔ پرانی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ عہد حاضر میں دریافت شدہ اقوام و ملل کی چال ڈھال پر عمیق نگاہ ڈالیئے اس حقیقت کا جادو سر چڑھا کر بولتا آئیگا کہ لوگوں نے اپنی حمیت کو زنگ آلود نہیں ہونے دیا۔ اپنی زبان کو بے لباس نہیں کیا۔ طبیعت پر گراں نہ گزرے تو کہوں گا کہ ماضی قریب میں صرف زبان ہی کی بنیاد پر مشرقی پاکستان بنگلہ دیش میں تبدیل ہو گیا۔ زبان کی بیحرمتی کی بنیاد پر کئی ملکوں کے جغرافیے بدل گئے۔ ہم نے پھر بھی کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ برقی ذریعہ ابلاغ (الیکٹرانک میڈیا) ہماری قومی زبان کو عجیب سے بگاڑ میں مبتلا کر رہا ہے۔ خدا معلوم یہ فعل ارادی ہے یا غیر ارادی تاہم ہے قابل مذمت۔ ابلاغ عامہ کے اس موثر ترین ذریعے کو ملی زبان کا نگہبان ہونا چاہیئے تھا۔

ان گذارشات کا مقصود و مطلوب یہ ہے کہ وطن عزیز ایک نظریاتی ملک ہے۔ اسکے بنیادی نظریے میں یہ بات شامل تھی کہ "ہماری ثقافت، تہذیب و تمدن، دین اور زبان ہندو سے مختلف ہے اسلئے ہمارا اکٹھا رہنا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاف فطرت ہے" اب یہ نظریہ آناً فاناً معرضِ تغیر میں کیونکر چلا گیا۔ نئی نسل کے نام نہاد نمائندگان کے توسل سے ہم کس قسم کی زبان کا اجرا کر رہے ہیں۔ اسکے محرکات کیا ہیں؟ اسکی ضرورت کیوں پیش آئی۔ فرنگی نے آج تک اپنی زبان تبدیل نہیں کی، تمدن نہیں بدلا، لباس ترک نہیں کیا، منافقانہ سیاست نہیں چھوڑی، دجل وفریب سے باز نہیں آیا، عظمت انسانیت کے بام پر دنیا بھر کے انسانوں سے اُسکی ریاکاری بدستور ہے۔ خوشنما وعدوں کی میٹھی گولی سے ساری دنیا کو اپنا تابع مہمل بنانے کی مکروہ سازشوں پر عمل پیرا ہے "کزن میرج" (خاندانی شادی) سے بچنے کا سراسر جھوٹا نظریہ پیش کیا۔ تشکیک کا دام ہمہ رنگ زمین پھیلا کر دینِ حق سے برگشتگی کی راہ کھولی، ہماری نژادِ نو کو ہمہ نوعی ضلالت کے قعر مذلت میں دھکیلا۔ ایک ہم ہیں کہ ادنیٰ دشمن کی اس نامشکور سعی کو انسانی ہمدردی پر محمول کرتے رہے وہ ہماری اقتصادی اور اٹامک انرجی کے درپے ہے اور ہم دین بیزاری کو ترقی سمجھ بیٹھے ہیں۔ آخر ہم اتنے مجبور ولاغر، بے کس و بے بس کب کیسے اور کیوں ہو گئے کہ اپنی حسین وجمیل مادری زبان کو مشرف بہ مغرب کر رہے ہیں۔ ہم اپنی قومی غیرت کو "منی سکرٹ" (چھوٹا کچھا) کیوں پہنا رہے ہیں۔ انگریزی ضرور سیکھنی چاہیے صرف اور صرف زبان کی حیثیت سے کسی لازمے کے طور پر ہرگز نہیں کہ یہ غلاموں کا شیوہ ہے مردانِ حر کی عادت نہیں۔ اسے اپنے اوپر ٹھونس لینا، مادری زبان تیاگ کر بدیسی زبان کو اپنے اوپر حاوی کر لینا قرینِ دانش وحِکم نہیں۔ اس سے مرعوبیت کا یہ بھونڈا اظہار کسی بھی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کچھ عرصہ پیشتر ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اس کا نام تھا "ایک پاکستانی کی سرگزشت" ایک عجیب مگر غیرت مندی کا واقعہ اُس میں بیان کیا گیا تھا۔ کوئی ملک صاحب تھے جو لندن میں قیام پذیر تھے۔ گرمائی تعطیلات میں کیمبرج سے پیرس چلے گئے۔ ایک دوست ہمراہ تھا کہتے ہیں ایک دن سیر کرتے ہوئے ایک کیفے میں کافی پینے بیٹھ گئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے انگلش میں گفتگو کر رہے تھے۔ ہماری دائیں جانب کچھ فاصلے پر ایک فرانسیسی نوجوان بیٹھا کسی مشروب سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ یکایک ہماری طرف رخ پھیر کر گویا ہوا "جناب میں آپ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ سکتا ہوں"۔ ہم نے اسے بخوشی اجازت دیدی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ہماری میز کے پاس ایک خالی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ ہم بدستور زبان افرنگ میں سخن طرازیاں کرتے رہے۔ اس نوجوان نے ہماری بات کاٹنے کی معذرت کرتے ہوئے کہا "آپ پاکستانی لگتے ہیں"۔ ہم نے کہا بالکل پاکستانی ہیں۔ کہنے لگا "باہم بات چیت تو انگریزی میں کر رہے ہیں۔ کیا یہ آپ کی قومی زبان ہے؟ ہم نے کہا نہیں تو، ہماری قومی زبان اردو ہے۔ یہ انگلش ویسے ہی سیکھنے سکھانے اور اس میں روانی پیدا کرنے کیلئے بول رہے ہیں۔ اسکے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ وہ فوراً اچھلا کر بولا "آپ کو شدید غلط فہمی ہے اس انگریزی زبان کی اپنی خاص ساخت و پرداخت ہے۔ یہ ایک خاص تہذیب وتمدن کی نمائندہ ہے۔ اسے سیکھنے اور روانی پیدا کرنے کیلئے کسی انگریز سے بات چیت کریں آپس میں تو آپ کو صرف اپنی قومی زبان میں بات کرنا چاہیے۔ میں نے خود انگریزی سیکھنے کیلئے لندن سکول آف اکنامکس میں داخلہ لے رکھا ہے وہاں انگریزی پڑھتا ہوں

© rasailojaraid.com